بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

گزشتہ دنوں پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے، لیبیا کے معمر قذافی کے صاحبزادے سیف الاسلام نے پاکستان کے دو صوبوں میں شریکِ اقتدار جماعت، متحدہ مجلسِ عمل کے ایک افطار ڈنر میں یہ بات زور دے کر کہی کہ کس قدر ظلم ہے کہ مسلمان اپنی حفاظت کے لئے بندوق اٹھالیں تو دہشت گرد اور کافر جدید ترین اسلحہ سے لیس ہو کر کسی مسلم علاقہ پر چڑھ دوڑیں تو امن کے پرچارک۔ انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ جہاد مسلمانوں کا حق ہے، مغرب یہ چاہتا ہے کہ ہم ان اصولوں کو ترک کردیں تاکہ اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں پر طاقت کے ذریعہ غلبہ حاصل کرسکیں۔ اس وقت عالم اسلام کے خلاف دنیا بھر کی طاغوتی طاقتوں اور عالمِ کفر نے ایک اتحاد قائم کرلیا ہے۔ جس کا مشن مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم ڈھانا ہے، کشمیر، بھارت، بوسنیا، کسوو مقدونیہ، البانیہ، عراق، افغانستان، اور چیچنیا کے علاوہ متعدد ممالک میں مسلم اقلیتیں ان مظالم کا ہدف ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لیبیا کے حاکم کے صاحبزادے نے حق بات کہی ہے۔ اور وہ مسلم امہ کے مسائل کا ادراک رکھتے ہیں۔

۱۱ ستمبر کے واقعہ کے بعد سے امریکہ کے کئی ذمہ دار یہ بات دہرا چکے ہیں کہ امریکہ حالتِ جنگ میں ہے۔ یہ جنگ کس کے خلاف ہے بظاہر دہشت گردی کے خلاف مگر در حقیقت مسلم امہ کے خلاف۔ ہمارے خیال میں امریکہ کا یہ کہنا کہ وہ حالتِ جنگ میں ہے اس بات کا صاف اعلان ہے کہ وہ عالم اسلام کے خلاف ہی جنگ میں ہے کیونکہ اس کی اب تک کی تمام جنگی کاروائیاں مسلم قوم کے خلاف ہی ہوئی ہیں، ایسی صورتِ حال میں جب کوئی اعلانیہ کہہ رہا ہو کہ وہ جنگ کی حالت میں ہے اس کے مقابل کا خاموش تماشائی بنے رہنا بلکہ اپنے دشمن سے خیر کی توقع کرنا، پرلے درجے کی حماقت ہے۔

جنگ دو طرح کی ہے ایک اقدامی اور دوسری دفاعی، اقدامی جنگ میں تربیت یافتہ فوج یا مجاہدین فرنٹ لائن پر ہوتے ہیں اور پوری قوم ان کی پشت پر، جس فوج کی پشت پر قوم نہ ہو وہ کبھی جنگ جیت نہیں سکتی۔ جبکہ دفاعی جنگ میں فوج، اور قوم کا ہر ہر فرد ہر وقت گویا فرنٹ لائن پر اور حالتِ جنگ میں ہوتا ہے، اور جہاں جو جس انداز میں قوم کا دفاع کرسکتا ہے اس سے گریز قوم سے بے وفائی و غداری قرار پاتی ہے۔ حالتِ جنگ میں قوم کے ہر شخص کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے

مدِ مقابل (دشمن) کو جس قدر نقصان پہنچا سکتا ہے پہنچائے اور اس کے حملے سے بچاؤ کی جو بھی تدبیر ہو سکتی ہے وہ کرے، اور ایسے میں اجتماعی و انفرادی ہر طرح کی جہادی کاروائیاں جہاد ہی ہیں اور ان میں مارے جانے والے مسلمان مجاہدین شہید ہیں۔

ماضی کی ذمہ دار مسلم حکومتیں ایسے افراد کو تمغے اور انعامات و اعزازات سے نوازتی رہی ہیں جنہوں نے انفرادی صورت میں دشمن کے عزائم کو خاک میں ملانے کی جدوجہد کی اور وہ اس میں کامیاب ہوئے یا انہوں نے دشمن کو ناقابلِ تلافی زک پہنچائی اور دشمن کو کمزور کیا۔ مگر افسوس کہ کچھ عرصہ سے یہ سوال عوام میں تشویش کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے کہ کسی ملک کی فوج کے ہوتے ہوئے کسی کو دشمن کے خلاف انفرادی کاروائی کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے؟ ایمل کانسی کی سزائے موت پر بھی اسی قسم کی باتیں ہو رہی ہیں کہ اس کے انفرادی اقدام کو مسلم امہ کی بھلائی کا اقدام کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے، اگر یہی بات ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ اور آپ کے خلفاء کے ایماء پر انفرادی جہادی، جاسوسی اور شب خون مارنے کی کاروائیاں کیا کہلائیں گی۔ کسی ملک کی باقاعدہ فوج ہونے کا یہ مطلب کیسے ہو گیا کہ اب قوم جہادی فریضہ سے سبکدوش ہو گئی اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی ضرورت نہ رہی۔ بالخصوص جبکہ عالمی حالات ایسے ہوں کہ کسی مسلم ملک کی فوج کسی غیر مسلم ملک کی فوج کے خلاف بین الاقوامی معاہدوں یا دیگر ملکی و ملی مصلحتوں کے پیشِ نظر کاروائی کرنے سے عاجز و قاصر ہو اور اس غیر مسلم کافر ملک کی فوجیں برادر مسلم ممالک کے باشندوں پر عرصہ حیات تنگ کئے ہوئے ہوں۔ اور ان پر جدید ترین اسلحہ کی بارش کر رہی ہوں۔ ایسے میں آزاد مسلم مجاہدین ہی کا فرض بنتا ہے کہ وہ بے کار کی مصلحتوں اور عبث بین الاقوامی معاہدوں سے آزاد رہتے ہوئے اپنی جہادی کاروائیوں سے کافر دشمن کے دانت کھٹے کرتے رہیں اور اپنا دینی و ملی فریضہ انجام دے کر عند اللہ اجرِ عظیم پاتے رہیں۔ پاکستان کی نو منتخب گریجوایٹ پارلیمنٹ کا یہ اقدام تاریخی اور یادگار رہے گا کہ پاکستانی حکومت کے امریکہ کی اتحادی حکومت ہونے اور نام نہاد دہشت گردی کے خلاف قائم بین الاقوامی اتحاد کی سپورٹر ہونے کے باوصف اس کے ایوانِ زیریں میں سب سے پہلا کام امریکہ کے خلاف بددعا کرنے اور شہید ایمل کانسی جسے امریکہ نے دہشت گرد قرار دیکر سزائے موت دی کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کا ہوا۔

اسلام زندہ باد .... پاکستان پائندہ باد .... علمائے پاکستان تابندہ باد

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

فقہ القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ مِن عَزمِ الاُمُور ()

(سورۃ الشوری آیت ۴۳)

یعنی پختہ کار لوگ وہ ہیں جو صبر و استقامت سے اپنے رویوں، رجحانات اور معاملات پر جمے رہتے ہیں اور دوسروں کے نامناسب رویوں اور بشری کمزوریوں کو معاف اور ان سے درگزر کرتے ہیں۔ یہاں غفر کا معنی دوسروں کی نامناسب باتوں اور عملی کمزوریوں سے صرفِ نظر کرنا، انہیں اپنی نگاہوں سے اوجھل رکھنا اور ان پر گرفت نہ کرنا ہے گویا جب ایک آدمی دوسروں کی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرے گا تو اسے غفر سے تعبیر کیا جائے گا۔ قرآنِ حکیم میں ہے وَاِذَا مَا غَضِبُوا هُم يَغفِرُون یعنی جو لوگ بڑے گناہوں اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں تو جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کرتے ہیں یعنی جب کوئی ایسی چیز ان کے سامنے آتی ہے جس سے وہ مشتعل اور غضب ناک ہوتے ہیں تو اس غیر متوازن حالت میں بھی وہ معاف کرتے ہیں، عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ فریقِ مقابل کی جس بات اور کام سے وہ مشتعل ہوئے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس پر وہ اسے سزا دیتے مگر انہوں نے اس سے صرفِ نظر اور درگزر کیا، کسی چیز کے چھپانے اور ڈھانپنے کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح قرآنِ کریم میں ہے وَاِن تَعفُوا وَتَصفَحُوا وَتَغفِرُوا فَاِنَّاللهَ غَفُور الرحيم ()

اس آیتِ کریمہ میں مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ جب وہ فریقِ مقابل پر غالب آجائیں تو خاص اس برتری کی کیفیت میں بھی اگر عفو و درگزر اور معاف کرنے کے جذبہ کو اختیار کریں تو اللہ تعالی جو غفور الرحیم ہے وہ ان سے ایسا ہی سلوک کرے گا۔ جب کوئی بندہ دوسرے بندہ سے مغفرت و معافی کا سلوک کرے گا تو اللہ تعالی بھی اس سے مغفرت و معافی کا سلوک کرے گا۔ قرآنِ حکیم میں غفر کی یہ وہ مثالیں ہیں جن میں غفر کا فاعل آدمی ہے جس کا مجموعی طور پر یہ مطلب ہے کہ لوگوں کی بعض وہ باتیں یا اعمال جو دوسرے لوگوں کو ناگوار ہوں لیکن ان میں کوئی اخلاق و اعمال کی بنیادی خرابی نہ ہو تو اس سے درگزر کر دیا جائے۔ لیکن وہ خرابی جو اخلاق و اعمال اور انسانی و اسلامی معاشرہ کی جڑوں اور بنیادوں کو ہلا کے رکھ دے تو اس کی سزا دی جائے گی۔ چنانچہ اسلام نے ایسی متعدد خرابیوں کی سزا متعین کی ہے۔ (مفتی سید شاہ حسین گردیزی ۔ رسالہ مغفرتِ ذنب)